مطالعۂ قرآن کے اساسی اصول

THE BASIC PRINCIPLES OF THE STUDY OF THE QURAN

Dr. Sheik. Muhammad Hasnain

Abstract:

This article is continuation of the debate about the principles of the study of the Quran. It deals with its 5th principle according to that the understanding of the person who is engaged in studying the Quran must be coherent with the rules of reason & rationality. For the author, an accurate understanding of the Quran is possible only when its recitor does not abandon the reason and logical argumentationts as this is granted authenticity (hujjiyat) by Almighty Allah against humans and its validity is established by Quranic verses and traditions of the infallible imams. It is, however, not to say that Quran is subordinate to reason; since recitors' understanding of Quran is a human reality; not Quran itself. In simple words, to follow the rules and principles of reason in understanding the Quran is not to juxtapose it with reason. Author also explains the nature of reason, its different types and their rules & Regulations and those prerequisites necessary to follow for understanding the Quran.

Key words: *Understanding the Quran, basic principles, authenticity, theoretical reason, practical reason.*

کلیدی کلمات: مطالعۂ قرآن، قرآن فہمی، اساسی اصول، حجیّت، عقل نظری، عقل عملی۔

تعارف

زیر نظر مقالہ مجلّہ نورِ معرفت میں مطالعۂ قرآن کے اساسی اصول کے عنوان کے تحت چھپنے والی بحث کا تسلسل ہے۔ اس مقالہ میں مطالعۂ قرآن کا پانچواں اساسی اصول بیان کیا گیا ہے۔ اس اصول کے مطابق، قرآن کریم کے قاری کا قرآنی تعلیمات و مطالب کا فہم، عقلی اصول و ضوابط سے متصادم نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ قرآن کا قاری تنہا اُسی صورت میں قرآن کا درست فہم حاصل کر سکتا ہے جب وہ قرآن فہمی کے کسی مرحلہ پر بھی عقل و استدلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ دراصل، مقالہ نگار کے مطابق خدا کے بندوں پر عقل، خدا کی حجّت ہے۔ عقل کی حجیّت کئ قرآنی آیات اور معصومین علیہم السلام کی روایات کی روشنی میں ثابت شدہ ہے۔

البتہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن عقل کے تابع ہے؛ کیونکہ قرآن ایک وحیانی حقیقت ہے جبکہ قرآن کے قاری کی قرآن فہمی ایک بشری حقیقت ہے۔ لہٰذا قرآن فہمی میں عقلی اصول و ضوابط کی پیروی کے لازم ہونے کا معاملہ، قرآن و عقل کا تقابل ہی شمار نہیں ہوتا۔ مقالہ کے آخری حصّے میں مقالہ نگار نے یہ واضح کیا ہے کہ وہ عقل جس کے اصول و ضوابط کی پیروی مطالعۂ قرآن کا اساسی اصول ہے اس سے کیا مراد ہے؟ مقالہ ہٰذا میں عقل کی مختلف اقسام اور اس کے اساسی اصول و ضوابط کی توضیح پیش کرتے ہوئے اُن عقلی احکام اور ان کے لوازمات کو اجاگر کیا گیا ہے جن کی پیروی مطالعۂ قرآن کا اساسی اصول ہے۔

مطالعۂ قرآن کا پانچواں اساسی اصول

"مطالعۂ قرآن کے اساسی اصول" کے عنوان کے تحت چھپنے والے مقالات میں مطالعۂ قرآن کا چوتھا اساسی اصول یہ بیان ہوا کہ جس شخص کے پاس قلبِ سلیم نہ ہو اور وہ اہلِ تقویٰ نہ ہو، ایسا شخص چاہے کتنا بڑا دانش مند، فلسفی اور اہلِ دقّت و نظر ہی کیوں نہ ہو، قرآنی ہدایت و ارشاد سے بے بہرہ رہتا ہے۔ تاہم یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ آیا قرآن فہمی کے لئے نفس کا تزکیہ کافی ہے؟ یا قرآن کے قاری کے لئے جہاں نفس و روح کی پاکیزگی اور طہارت ضروری ہے، وہاں اُس کے لئے عقل و منطق اور استدلال و برہان کے عصا کا سہارا لینا بھی ضروری ہے؟ مذکورہ بالا سوال کا جواب، مطالعۂ قرآن کا پانچواں اساسی اصول تشکیل دیتا ہے اور وہ یہ کہ قرآن کا قاری تنہا اُسی صورت میں قرآن کا درست فہم حاصل کر سکتا ہے جب وہ قرآن کے مطالعہ کے دوران کسی مرحلہ پر بھی عقل و استدلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ دوسرے الفاظ میں قرآن کا قاری، قرآن فہمی میں ہر آن عقل و منطق کے ضابطوں کی مکمل پابندی کا محتاج ہے اور ان ضابطوں سے ٹکراؤ کی صورت میں قرآنی آیات کا کوئی فہم معتبر نہیں ہے۔

یقینا مطالعۂ قرآن کے سابقہ اصولوں کی مانند یہ اصول بھی بلا تأمل قبول نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ایک طرف بشری عقل کی حقائق تک رسائی کی صلاحیت پر کافی اعتراضات اٹھائے جا چکے ہیں اور دوسری طرف، مسلم امّت کے کئی علمائے کے ہاں عقل پر عدمِ اعتماد کی فضا پائی جاتی ہے۔ ایسے میں ضروری ہے کہ ہم مطالعۂ قرآن کے اِس اساسی اصول کی صحت کے اثبات کے لئے دینی تعلیمات کے بنیادی منابع کا سہارا لیں۔

قرآن اور عقل کی حجیّت

اگر ہم قرآن کریم کی آیات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن کریم کا اصرار ہے کہ اُس کے مطالعہ کے دوران کسی مرحلہ پر بھی عقل و استدلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ قرآن کریم نے ہمیشہ عقل کی پیروی پر زور دیا ہے۔ انسانی عقل کے بارے میں دو چیزیں قرآنی تعلیمات کا نچوڑ ہیں: ایک، عقل کی پیروی؛ دوسری، عقل پروری۔ ہم قرآن کریم کی عقل پروری پر بعد میں بحث کریں گے لیکن یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ قرآن کریم ہمیشہ عقل کی پیروی کا حکم دیتا اور اِس پر تاکید کرتا ہے۔ قرآن اپنے قاری کو ہمیشہ عقلی ضابطوں کی پیروی کی دعوت دیتا ہے؛ چاہے عقل نے یہ ضابطے قرآن کی گود میں پرورش پا کر بنائے ہوں یا عقل کے یہ ضابطے قرآن کے نزول پر مقدّم اور وحی کے قبول کا مقدمہ ہوں۔ بہر صورت، قرآن کا منتہائے دعوت یہی ہے کہ کوئی انسان کسی عقلی ضابطے کو نہ توڑے کیونکہ عقل خدا کے بندوں پر خدا کی حجّت ہے۔ قرآن کریم کی وہ آیات جو عقل کو حجّت اور اس کی پیروی پر تاکید کرتی ہیں، درج ذیل اقسام میں تقسیم کی جا سکتی ہیں:

1. وہ آیات جن کے مطابق انسان کی انسانیّت، اس کی عقل مندی اور عقلی ضابطوں کی پابندی کی مرہونِ منّت ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا[1] یعنی: "آیا انسان پر ایک ایسا وقت نہیں گزر چکا ہے کہ جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا۔ بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا فرمایا جسے ہم ابتلاء و آزمائش میں ڈالتے ہیں، پس ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنایا ہے۔"

دراصل، اِس کائنات کی ہر چیز کی ایک مخصوص فطرت، شخصیت اور شاکلہ ہے اور اُس کا عمل اس کے شاکلہ اور شخصیت کی ترجمانی کرتا ہے: قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا[2] یعنی: "کہہ دیجئے: ہر کوئی اپنے طریقہ پر عمل پیرا ہے، اور آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ سب سے زیادہ سیدھی راہ پر کون ہے۔" اس آیت کے مطابق، اگر کسی چیز کا شاکلہ معلوم نہ ہو تو اس کا کام دیکھا جائے۔ جیسا اس کا کام ہوگا، ویسی اس کی فطرت، شناخت اور شاکلہ ہوگا۔ سورہ انسان کے مطابق انسان کی فطرت، شخصیت اور شاکلہ اُس کے "سمیع و

بصیر" (سننے والا، دیکھنے والا) ہونے کے گروی ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ نے کئی حیوانات کو کان اور آنکھیں دے رکھی ہیں، لیکن انسانی کانوں، آنکھوں اور حیوانی کانوں آنکھوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ حیوانات فقط کان، آنکھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور اُن کی معلومات محض حسی معلومات ہیں۔ حیوانات عقلی معرفت سے بے بہرہ ہیں۔ عقلی معرفت تو کجا، حیوانات قوتِ خیال سے بھی محروم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک ایک حیوان کے کان سنتے رہیں اور آنکھیں دیکھتی رہیں، انہیں سنی، دیکھی چیز کا علم حاصل رہتا ہے لیکن جونہی ان کے کان، آنکھ بند ہوتے ہیں، یا سنی، دیکھی جانے والی چیزیں ان کے حواس کی رسائی سے باہر نکل جاتی ہیں، حیوانات کا یہ علم بھی رختِ سفر باندھ لیتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حیوانات کا علم فقط حسی اور جزئی ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، انسان کانوں اور آنکھوں کے حواس سے کام لیتے ہوئے عقلی معرفت فراہم کرتا ہے۔ دراصل، عقلمندی، کلی معرفت کے حصول کا نام ہے اور عقلی ضابطے ہمیشہ کلی، کائناتی اور جاودانی ہوتے ہیں۔ جب تک انسان کے پاس یہ کلی علم و معرفت نہ ہو وہ صاحبِ اختیار و ارادہ نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا امتحان لیا جا سکتا ہے اور نہ اُسے کسی ابتلاء و آزمائش میں ڈالا جا سکتا ہے۔ کیونکہ انسان کا کلی علم و معرفت، اُس کے ارادہ کی تشکیل کے مراحل میں سب سے بنیادی اور اہم مرحلہ ہیں۔ پس اگر سمیع و بصیر "نَّبۡتَلِيهِ" کی فرع ہے اور "فَجَعَلۡنٰهُ" کی فائے تفریعیہ اِسی امر کی نشاندہی کرتی ہے تو انسانی سمع و بصر کا لازمہ عقلی معرفت کا حصول اور صاحبِ ارادہ و اختیار ہونا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کی فطرت اور شاکلہ میں اس کا عقلی معرفت کا مالک ہونا خوابیدہ ہے اور عقلی معرفت کا دوسرا نام، عقلی ضابطے اور اصول ہیں۔ جس کے پاس عقلی ضابطے اور اصول نہ ہوں، اُس کا شاکلہ انسانی نہیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ایسا شخص چاہے نمازِ تہجد بھی پڑھ رہا ہو، چکی کے گدھے سے بہتر نہیں ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے: المتعبّد علی غیر فقه کحمار الطاحونة یدور ولا یبرح و رکعتان من عالم خیر من سبعین رکعة من جاهل لأنّ العالم تأتیه الفتنة، فیخرج منها بعلمه وتأتی الجاهل فینسفه نسفا[3] یعنی: "فہم کے بغیر عبادت کرنے والے کی مثال چکی کے گدھے کی سی ہے کہ جو چلتا رہتا ہے لیکن سفر طے نہیں کرتا اور عالم کی دو رکعت نماز جاہل کی ستر رکعت نماز سے بہتر ہے کیونکہ عالم کو فتنہ پیش آتا ہے تو وہ اُس فتنے سے اپنے علم کے ذریعے نجات پا جاتا ہے لیکن جب جاہل کو فتنہ پیش آتا ہے تو اسے یہ فتنہ ریزہ ریزہ کر کے اڑا لے جاتا ہے۔"

خلاصہ یہ کہ جس شخص کے پاس عقلی معرفت نہ ہو، وہ انسانیّت کے جرگے سے باہر ہے کیونکہ انسان سمع و بصر اور عقل و شعور اور ان کے نتیجے میں ارادہ و اختیار کی نعمت سے مالا مال ہے اور جب انسان اپنی عقل کی متاع گنوا دیتا ہے اور عقل کے ضابطے توڑ دیتا ہے تو اپنی انسانیّت کا نایاب جوہر گنوا دیتا اور اپنی توحیدی و انسانی فطرت پر باقی نہیں رہتا۔

2. وہ آیات جن میں قرآن اپنے قاری کو قرآنی آیات پر عقلی ضابطوں کو بالائے طاق رکھ کر ٹوٹ پڑنے سے روکتی اور عقل کی پیروی کو قرآن و حدیث کے فہم کی اساسی شرط قرار دیتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ لَمۡ يَخِرُّوۡا عَلَيۡهَا صُمًّا وَّعُمۡيَانًا[4] یعنی: "اور (خدائے رحمٰن کے بندے) وہ ہیں کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔" اس آیت میں عباد الرحمٰن کی ایک اہم خصوصیت یہ بیان ہوئی ہے کہ جب ان کے سامنے ان کے ربّ کی آیات رکھی جاتی ہیں تو وہ عقل و منطق کی روشنی میں قرآنی آیات میں غور و فکر کرتے اور ان سے ضیاء پاتے ہیں اور ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔ اس آیت کے حوالے سے ابو بصیر سے یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے کہا: سألت أبا عبد الله (علیه السلام) عن قول الله عزّوجل: "وَالَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ لَمۡ يَخِرُّوۡا عَلَيۡهَا صُمًّا وَّعُمۡيَانًا"؟ قال: مستبصرین لیسوا بشکاك[5] یعنی: "میں نے ابو عبد اللہ

(امام صادق علیہ السلام) سے پوچھا کہ: "اور (خدائے رحمٰن کے بندے) وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے ۔" کا مطلب کیا ہے؟" آپ (علیہ السلام) نے فرمایا: "وہ بصیرت رکھتے ہیں، اہل شک نہیں۔"

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں عظیم مفسّر قرآن، علامہ طباطبائی کا بیان یہ ہے: والمعنى: والذين إذا ذكروا بآيات ربهم من حكمة أو موعظة حسنة من قرآن أو وحي لم يسقطوا عليه وهم صم لايسمعون وعميان لا يبصرون بل تفكروا فيها وتعقلوها فأخذوا بها عن بصيرة فآمنوا بحكمتها واتعظوا بموعظتها وكانوا على بصيرة من أمرهم[6] یعنی: "معنی یہ ہے کہ خدائے رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں حکمت اور وعظ و نصیحت پر مشتمل اپنے ربّ کی قرآنی اور وحیانی آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ بہرے اور اندھے ہو کر ان پر نہیں گر پڑتے، بلکہ ان میں غور وخوض اور سوچ بچار کرتے ہیں اور ان آیات کو بصیرت کے ساتھ لیتے اور ان کی حکمت پر ایمان لاتے اور ان کے موعظہ سے نصیحت پاتے ہیں اور وہ اپنے امر میں بابصیرت ہوتے ہیں۔"

سورہ یونس میں بھی قرآن کریم نے عقل کی پیروی کو قرآن و حدیث کے فہم کی اساسی شرط قرار دیا ہے: اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ[7] یعنی: "تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے، خواہ وہ عقل سے کام نہ بھی لیں۔" اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے "استماع" کو عقل سے کام لینے پر معلّق کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص عقل سے کام نہ لے، وہ وحی و رسالت کا سامع قرار نہیں پا سکتا۔ اسی طرح قرآن کریم کافروں کو عقل کی پیروی نہ کرنے کے بموجب بہرہ، گونگا اور اندھا قرار دیتے ہوئے یہ رہنمائی فرماتا ہے کہ کافروں کے کفر میں مبتلا ہونے کا اصل سبب، عقل کی پیروی نہ کرنا ہے۔[8] اس نکتہ پر ایک اور مقام پر قرآن کریم یوں تصریح فرماتا ہے: مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ[9]۔ یعنی: "اللہ نے نہ تو بحیرہ کو، نہ سائبہ کو، نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو، کسی کو بھی شرعی امر قرار نہیں دیا؛ لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے۔"

3. وہ آیات جن میں قرآن کریم نے ایسے اشخاص کو جو عقل سے کام نہیں لیتے نجس، چوپائے یا چوپایوں سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ[10] یعنی: "خدا ان لوگوں پر پلیدی ڈال دیتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔" اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ شَرَّ الدَّوَاۗبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ[11] یعنی: "بے شک اللہ کے نزدیک جانداروں میں سب سے بدتر وہی بہرے، گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔" سورہ الفرقان میں بعض لوگوں کو چوپایوں سے بھی گمراہ تر قرار دیا گیا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو نبی کریم ﷺ کے فرامین کو سنتے ہیں، نہ عقل سے کام لیتے ہیں[12]۔

4. وہ آیات جن میں عالمِ ہستی کے مظاہر کو اُن لوگوں کے لئے توحید کی نشانیاں قرار دیا گیا ہے جو عقل کی پیروی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن کریم کے مطابق آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کی گردش میں سمندروں میں چلنے والی کشتیوں میں، بارش کے برسنے میں، زمین کے مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ ہونے میں، زمین میں پھیلے ہر قسم کے جانور میں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اُن لوگوں کے لئے توحید کی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔"[13] اسی طرح دن رات، سورج، چاند اور ستاروں کی تسخیر میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں[14]۔ قرآن کریم ایک کلی ضابطے کے طور پر عالمِ ہستی میں توحید اور ربوبیّت کی نشانیوں کو محض انہی لوگوں کے ساتھ مخصوص قرار دیتا ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔[15]

5. وہ آیات جن میں تمام آسمانی کتابوں، منجملہ قرآن کریم کے ہدایت، نصیحت، آیات، اور عبرت ہونے کو صاحبانِ عقل کے لئے مختص کر دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ[16] یعنی: "(بنی اسرائیل کی کتاب بھی) عقل والوں کے لئے ہدایت ہے اور نصیحت ہے۔" ایک اور جگہ ارشاد ہے: اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ[17] یعنی: "بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی گردش میں صاحبانِ عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔" قرآن کے مطابق قرآنی قصوں سے محض صاحبانِ عقل ہی عبرت حاصل کر پاتے ہیں: لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ[18] یعنی: "بے شک ان کے قصوں میں صاحبانِ عقل کے لئے عبرت ہے۔" ایک اور جگہ ارشاد باری ہے: هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ[19] یعنی: "آیا اس میں عقل مند کے لئے بڑی قسم نہیں ہے؟"
6. وہ آیات جن میں ملحدین، کافرین اور مشرکین کے ساتھ بحث میں عقل کو حق و حقیقت کی میزان قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّورَاةُ وَالإِنجِيلُ إِلاَّ مِن بَعْدِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ[20] یعنی: "اے اہلِ کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد ہی نازل کی گئی تھیں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔" قرآن کریم کی کئی آیات عقلی ضوابط کی پیروی نہ کرنے کو وحی و رسالت کے انکار کا موجب قرار دیتی ہیں۔ منجملہ: قُل لَّوْ شَاءَ اللّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلاَ أَدْرَاكُم بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ[21] یعنی: "فرما دیجئے: اگر اللہ چاہتا تو نہ ہی میں اس (قرآن) کو تمہارے اوپر تلاوت کرتا اور نہ وہ (خود) تمہیں اس سے باخبر فرماتا، بیشک میں اس (قرآن کے اترنے) سے قبل (بھی) تمہارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کر چکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔"
7. وہ آیات جو انسان کی عقلی ضوابط سے روگردانی کو اُس پر ابلیس کی چیرہ دستی کا موجب قرار دیتی ہیں۔ ابلیس انسان کا قسم خوردہ دشمن ہے۔ ابلیس نے انسان کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی ہے اور وہ انسان کے ساتھ اپنی دشمنی میں اس وقت کامیاب ہوتا ہے جب انسان عقل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے: وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ[22] یعنی: "اور بے شک اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر ڈالا، پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔"

مذکورہ بالا آیات میں جو نکتہ قابل غور ہے وہ یہ ان میں سے اکثر آیات میں "عقل" کا مادہ "فعل" (يَعْقِلُوْنَ/ لَا يَعْقِلُوْنَ) کی صورت میں استعمال ہوا ہے جو عقل کی قوّت سے کام لینے اور اسے استعمال میں لانے یا عقل کی طاقت سے کام نہ لینے پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح بعض آیات میں عقل کو "لبّ" اور "حجر" کا عنوان دیا گیا ہے جس میں اس امر کی طرف ایک ظریف اشارہ ہے کہ جو لوگ عقل کی پیروی نہیں کرتے وہ انسانیّت کے جوہر سے محروم ہیں، جو نہ ہدایت پا سکتے ہیں، نہ مظاہرِ ہستی میں خدا کی توحید و ربوبیّت کو کوئی نشانی دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی تاریخِ بشریت سے کوئی عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ ان آیات میں قرآن فہمی میں عقل سے کام لینے اور عقلی ضابطوں کی پابندی کو مرکزیت حاصل ہے۔ بنابریں، مذکورہ بالا آیات قرآن فہمی میں عقل کی حجیت اور سندیت پر دلالت کرتی ہیں۔

روایات میں عقل کی حجیّت

حضور اکرم ﷺ نے اپنی ایک نورانی حدیث میں فرمایا: یاعلی! العقل ما اكتسبت به الجنّة، وطلب به رضى الرحمن. یاعلی: إنّ أوّل خلق خلقه الله عزّوجلّ العقل فقال له: أقبل فأقبل ثم قال له: أدبر فأدبر، فقال: وعزّتي وجلالي ما خلقت خلقا هو أحبّ إليّ منك، بك آخذ، وبك أعطي، وبك أثيب وبك أعاقب .[23] یعنی: "اے علی! عقل وہ (طاقت) ہے جس کے ذریعے بہشت کمائی جائے اور (خدائے) رحمٰن کی رضا طلب کی جائے۔ اے علی! وہ سب سے پہلی مخلوق جسے اللہ عزّوجلّ نے خلق فرمایا، عقل ہے۔ (عقل کی تخلیق کے بعد) اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا: "آگے آؤ!" تو عقل (نے

اطاعت کی اور) آگے بڑھی۔ پھر اسے حکم دیا: "پیچھے ہٹو!" تو عقل (نے اطاعت کی اور) پیچھے ہٹی۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "مجھے میری عزّت وجلال کی قسم! میں نے کوئی ایسی مخلوق خلق نہیں کی جو مجھے تجھ سے زیادہ محبوب ہو۔ میں تیرے ذریعے مؤاخذہ کروں گا اور تیرے ذریعے عطا کروں گا اور تیرے سبب ثواب دوں گا اور تیرے سبب عقاب دوں گا۔"

پیغمبر اکرم ﷺ سے یہ روایت بھی نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: یا علی! لا فقر أشدّ من الجهل، ولا مال أعود من العقل[24] یعنی: "اے علی! جہل سے بڑا فقر اور عقل سے بڑھ کر کوئی مفید دولت نہیں ہے۔" خود حضرت علی علیہ السلام سے بھی یہی مطلب نقل ہوا ہے۔ آپ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: ایّها الناس انّه لا مال (هو) اعود من العقل و لا فقر (هو) اشدّ من الجهل[25] یعنی: "اے لوگو! عقل سے بڑھ کر کوئی منافع بخش ثروت نہیں اور جہل سے زیادہ شدید کوئی فقر نہیں ہے۔" عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہمیں صفیں درست کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے تھے: لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ[26] یعنی: "تم میں سے جو عقلمند اور سمجھدار ہوں وہ میرے قریب کھڑے ہوں، پھر وہ جو عقل و فہم میں اُن سے کم تر، پھر وہ جو (اس وصف میں) ان سے کم تر ہوں۔"

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبے میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا ہدف انسان کے اندر رکھے گئے عقلی دفینوں کو منظر عام پر لانا قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: بعث فيهم رسله و واتر اليهم انبيائه ليستادوهم ميثاق فطرته و... يثيروا لهم دفائن العقول[27] یعنی: "اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنے رسول بھیجے اور پے در پے انبیاء کا سلسلہ قرار دیا تاکہ اس کی فطرت کا میثاق انہیں یاد دلائیں اور (اندھی تقلید اور ضلالت و گمراہی کی تاریکی کے) پردوں تلے دبی عقول کو باہر نکال کر استعمال میں لائیں۔" حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: "الانسان بعقله"[28] یعنی: "انسان کی انسانیّت کا دارومدار اُس کی عقل پر ہے۔" اسی طرح آپ کا ارشاد ہے: "اصل الانسان لبه و عقله و دينه"[29] یعنی: "انسان کی اساس اس کی عقل و خرد اور دین ہے۔"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی ایک ایسی ہی روایت نقل ہوئی ہے: قال: لما خلق الله العقل استنطقه ثم قال له: أقبل فأقبل ثم قال له: أدبر فأدبر ثم قال: وعزّتي وجلالي ما خلقت خلقا هو أحبّ إلى منك ولا أكملتك إلا فيمن أحبّ، أما إنّي إياك آمر وإياك أنهى وإياك أعاقب وإياك أثيب.[30] یعنی: "آپ (علیہ السلام) نے فرمایا: جب اللہ (عزّوجلّ) نے عقل کو خلق فرمایا تو اسے بلوایا اور حکم دیا: "آگے آؤ!" تو عقل (نے اطاعت کی اور) آگے بڑھی۔ پھر اسے حکم دیا: "پیچھے ہٹو!" تو عقل (نے اطاعت کی اور) پیچھے ہٹی۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "مجھے میری عزّت وجلال کی قسم! میں نے کوئی ایسی مخلوق خلق نہیں کی جو مجھے تجھ سے زیادہ محبوب ہو اور میں نے تجھے اپنے محبوب افراد کے علاوہ کسی میں کامل نہیں کیا۔ پس میں تجھے امر کروں گا اور تجھے نہی کروں گا اور تجھے عقاب دوں گا اور تجھے ثواب دوں گا۔"

حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ایک روایت میں آیا ہے کہ: "یاهشام ان لله علی الناس حجتين، حجة ظاهرة وحجة باطنة فاما الظاهرة الرسل و الانبياء و الائمة و اما الباطنة فالعقول" یعنی: "اے ہشام اللہ تعالیٰ کی لوگوں پر دو حجتیں ہیں۔ ایک ظاہری حجت اور ایک باطنی حجت؛ ظاہری حجت رُسل، انبیاء اور ائمہ ہیں اور باطنی حجت عقول ہیں۔"[31] آپ علیہ السلام سے ایک دوسری روایت یوں نقل ہوئی ہے: "حجة الله علی العباد النبي و الحجة فيما بين العباد و بين الله العقل" یعنی: "بندوں پر اللہ کی حجت نبی ہیں اور بندوں اور خدا کے درمیان حجت عقل ہے۔"[32] اسی مضمون کی روایت حضرت امام کاظم علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔[33]

مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں امام رضاعلیہ السلام سے ابن سکیت نے یہ روایت نقل کی ہے: فی خبر ابن السکیت قال فما الحجة علی الخلق الیوم؟ فقال الرضا(علیه السلام) العقل. تعرف به الصادق علی الله فتصدقه و الکاذب علی الله فتکذبه[34]۔ یعنی: "ابن سکیت کی روایت میں آیا ہے کہ میں نے پوچھا: اِس دَور میں خلقِ خدا پر خدا کی حجت کیا ہے؟ امام رضا (علیہ السلام) نے فرمایا: عقل؛ عقل کے ذریعے اللہ پر سچ بولنے والا پہچانا جاتا ہے کہ تو اس کی تصدیق کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والا بھی عقل کے ذریعے پہچانا جاتا ہے کہ تو اس کی تکذیب کر سکتا ہے۔"

اب تک کی بحث کا خلاصہ یہ کہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات اور ہادیانِ دین کی بیسیوں روایات عقل مندی کی مدح و ستائش اور بے عقلی کی مذمّت کرتی اور ہر حال میں عقل کی پیروی پر تاکید کرتی ہیں۔ اُن تمام آیات و روایات کا بیان اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں جو اس مدعیٰ پر دلالت کرتی ہیں، لیکن نمونے کی مذکورہ بالا آیات و روایات سے بڑی آسانی سے یہ نتیجہ لیا جا سکتا ہے کہ عقل اللہ تعالیٰ کی اللہ کے بندے پر حجّت ہے اور عقلی ضابطوں کی پیروی، دین فہمی اور قرآن فہمی کا اساسی اصول ہے۔ عقل کی حجیّت کے حوالے سے استاد محمود العقاد کا بیان بھی بالکل منطقی اور متین ہے کہ: "قرآن کریم عقل کا ذکر صرف وہاں کرتا ہے جہاں عقل کی تعظیم مقصود ہوتی ہے،اور جہاں اس کے مطابق عمل کرنے اور اس کی طرف رجوع کرنے کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے۔ اور پھر یہ تذکرہ آیتوں کے سیاق میں ضمنی یا اتفاقی طور سے نہیں ہوتا، بلکہ ہر جگہ لفظ اور دلالت کی تاکید کے ساتھ ہوتا ہے۔ امر اور نہی کے ہر موقعہ پر اس کی تکرار ہوتی ہے، جہاں مومن کو اپنی عقل کو حکم بنانے پر ابھارا جاتا ہے، یا منکر کو عقل کے بارے میں لاپرواہ ہونے اور اس پر پابندی قبول کر لینے پر ملامت کی جاتی ہے۔"[35]

اس حوالے سے امام فراہی کا بیان بھی بالکل درست ہے کہ: "عقلی استدلال ہی وہ کسوٹی ہے جس سے سارے مذاہب کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے، اگر وہ نہ ہو تو حق اور باطل کے درمیان فرق محض من مانی اور زبردستی کی بنیاد پر رہ جائے گا۔" وہ مزید لکھتے ہیں: "نبوت اور وحی پر ایمان اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے جسے عقل قبول کرتی ہے اور جس پر دل مطمئن ہو جاتا ہے، اسی لئے وحی کی آمد دلائل کے ساتھ ہوتی ہے۔"[36]

قرآن کی عقل پروری

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ قرآن کریم عقل کا امام ہے اور عقل پرور ہے۔ ہم اس مقالہ کی ابتداء ہی میں بتا چکے ہیں کہ انسانی عقل کے بارے میں قرآنی تعلیمات کی کا نچوڑ دو چیزیں ہیں: ایک، عقل کی پیروی اور دوسری، عقل پروری۔ جہاں تک قرآن کی عقل پروری کا تعلق ہے تو اس حوالے سے ہم یہ کہیں گے کہ انسانی عقل، اگرچہ اپنے بنیادی احکام و ضوابط میں مستقل اور خدا کے بندوں پر خدا کی حجّت ہے، لیکن یہی عقل قرآنی ہدایت و ارشاد کے سائے میں پروان چڑھتی ہے۔ کم از کم 8 مقامات پر قرآن کریم نے نزولِ قرآن کی یہی غرض و غایت بیان کی ہے۔[37] ارشادِ ربّانی ہے: إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔[38] یعنی: "بے شک ہم نے اِس کتاب کو قرآن کی صورت میں عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم عقل پا سکو۔" قرآن کی عقل پروری کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ[39] یعنی: "اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم تاکہ تم عقل پا سکو۔" ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ[40] یعنی: " اور بے شک ہم نے تمہارے لئے نشانیاں واضح کر دی ہیں تاکہ تم عقل پا سکو۔" مزید ارشاد ہے: إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ[41] یعنی: " بے شک ہم نے اس کتاب کو قرآن

کی صورت میں بزبانِ عربی اتارا تاکہ تم عقل پا سکو۔" ایک اور جگہ ارشاد ہوا: اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ[42] یعنی: " بے شک ہم نے اسے عربی (زبان) کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم عقل پا سکو۔"
اسی طرح کم از کم دو آیات[43] میں قرآن کریم کی نورانی آیات کے نزول اور ان میں غور وخوض کی غرض و غایت "لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْن" (تاکہ تم سوچ سکو) بیان ہوئی ہے۔ ایک آیت میں قرآن کریم کے نزول کی غرض و غایت "وَلِيَتَذَكَّرَ" (تاکہ نصیحت پا سکیں) بیان ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ[44] یعنی: "یہ کتاب برکت والی ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں۔" مزید ارشاد ہوا: وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ[45] یعنی: "اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا جو عقل والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔" ایک اور مقام پر ارشاد ہوا: اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ[46] یعنی: " بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی گردش میں صاحبانِ عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔" تاکید مزید یہ ہے کہ: لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ[47] یعنی: " بے شک ان کے قصوں میں صاحبانِ عقل کے لئے عبرت ہے۔"
جن آیات میں " تَتَفَكَّرُوْن "، " لِّيَدَّبَّرُوْٓ " اور " وَلِيَتَذَكَّرَ " فعل کی صورت میں بیان ہوئے ہیں اُن میں اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کریم کے نزول کا ہدف انسان کی عقل کی قوّت کو فعلیّت تک پہنچانا ہے۔ یقیناً ان آیات میں قرآن کریم کی عقل پروری کی طرف واضح اشارات موجود ہیں جن سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قرآن کریم عقل کا امام اور عقل پرور ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ممکن ہے مذکورہ بالا بحث کے مطالعہ سے ہمارے قاری کے ذہن میں یہ غلط تأثر قائم ہو جائے کہ مطالعہ قرآن کا پانچواں اساسی اصول، قرآن کو اپنے مقام و منزلت سے اتار کر عقل کے تابع بنا دیتا ہے۔ اور یہ قرآن کی شان میں گستاخی ہے۔ اسی طرح ایک قاری کے ذہن میں یہ غلط تأثر بھی قائم ہو سکتا کہ یہ دعویٰ کہ قرآن بیک وقت عقل پیروی کی تعلیم بھی دیتا ہے اور عقل پروری کا اہتمام بھی کرتا ہے، ایک ناسازگار Self-contradictory دعویٰ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو عقل پرور ہو، وہ عقل کی پیروی کی تعلیم بھی دے؟
ہم یہاں دونوں غلط فہمیاں دُور کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا اصرار ہے کہ عقلی ضوابط کی روشنی میں قرآن فہمی کے اصول کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ قرآن عقل کے تابع ہے۔ ہر گز ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ جو عقل کے تابع نہیں، بلکہ اکثر مقامات پر عقل کا امام ہے، وہ "قرآن" ہے جو ایک آسمانی اور وحیانی حقیقت ہے۔ لیکن وہ جس کے لئے عقلی ضوابط کی پیروی لازمی ہے وہ قرآن کا " فہم " ہے جو ایک زمینی اور بشری حقیقت ہے۔ کہاں فہم اور کہاں قرآن! "چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔" قرآن کریم کا تعلق مبدء ہستی، جبرائیلِ امین اور قلب مقدسِ پیغمبر اکرم ﷺ اور حاملینِ وحی علیہم السلام سے ہے۔
جہاں تک قرآن فہمی کا تعلق تو اس کا ظرف غیر معصوم انسانوں کے دل و دماغ ہیں۔ اِس کا تعلق اصحاب و تابعین، محدثین، متکلمین، اصولیین، فقہاء، بیضاوی، عیاشی، ابن تیمیہ، ابراہیم قمی، ابن کثیر، سید رضی، سیوطی، شیخ طوسی، فخر رازی، طبرسی، آلوسی اور طباطبائی جیسے مفسرین سے لے کر قرآن کے ایک عام قاری سے ہے۔ عام انسانوں میں سے کسی کا قرآنی فہم، لزومی طور پر قرآن نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کو سمجھنے میں عقلی اصول و ضوابط کی پیروی کریں اور ان سے تجاوز نہ کریں۔

ہمارے اس مؤقف پر استاد جوادی آملی کا بیان سند ہے۔ ان کے بقول: "قرآن کا وحیانی مضمون و محتوا معصومینؑ کی دسترس میں ہے: "إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ" [48] (یہ قرآن یقیناً بڑی عظمت والا ہے جو ایک محفوظ کتاب میں ہے۔ اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔) فلسفی، فقیہ، متکلم اور مفسّر کا کبھی معصوم (نبی و وصّی) کے ساتھ موازانہ نہیں کیا جاسکتا۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے حکمت آمیز کلمات میں آیا ہے: "لا یقاسُ بنا احد" [49] (ہمارے ساتھ کسی کا موازانہ نہیں کیا جاسکتا۔)" [50] بنابریں، اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ عقلی اصول و ضوابط کی پابندی قرآن فہمی کا اساسی اصول ہے تو قطعاً اس کا مطلب یہ نہیں کہ عقل کو قرآن کریم پر کوئی برتری حاصل ہے۔ ہماری مراد محض یہ ہے کہ قرآن کا ہر غیر معصوم بشری فہم، عقل کے کلی ضابطوں کے ماتحت ہونا چاہیے۔

باقی رہا یہ سوال کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو عقل پرور ہو، وہ عقل کی پیروی کی تعلیم بھی دے؟ اِس سوال کا جواب بھی بڑا واضح ہے۔ قرآن عقل پرور ہے اور اپنے مخاطب کو حکم دیتا ہے کہ وہ عقلی ضوابط کی روشنی میں قرآنی ہدایت وارشاد سے مستفید ہونے کی کوشش کریں۔ چاہے یہ عقلی ضوابط قرآنی پرورش سے پہلے عقل کشف کرچکی ہو، جہاں عقل انہیں قرآن کی گود میں پرورش پانے کے بعد درک کرے۔ دونوں صورتوں میں قرآن کے قاری کا یہ فریضہ ہے کہ اُس کا قرآنی فہم عقلی اصول و ضوابط سے متصادم نہ ہو۔

چند اہم سوالات

مطالعۂ قرآن کے پانچویں اساسی اصول کی بحث ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔ ابھی چند اہم سوالات کا جواب دینا اور بعض بنیادی ابہامات کو دُور کرنا باقی ہے۔ منجملہ یہ سوال کہ جس عقل کے ضابطوں کی پابندی قرآن فہمی کا اساسی اصول ہے، اُس کا معنی و مراد کیا ہے؟ یہ عقلی ضابطے کیا ہوتے ہیں؟ اگر ہر شخص اپنی ناقص عقل سے اپنے ضابطے بناتا جائے تو کیا قرآن فہمی میں اِن ضوابط کی پیروی ضروری ہوگی؟ آیا عقل سے اجتماعی عقل مراد ہے یا فلسفی عقل؟ آیا انسانی اور سائنسی علوم کے مختلف شعبوں میں دریافت شدہ علمی حقائق کا شمار بھی عقلی اصول و ضوابط میں ہوگا یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ سوالات ہیں کہ جب تک ان کا تسلی بخش جواب نہ دیا جائے، فکری طور پر مطالعۂ قرآن کے پانچویں اصول کو تسلیم کرنا مشکل اور عملی میدان میں اِس کی پیروی مشکل تر ہے۔ ذیل کی بحث میں ایسے سوالات کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے۔

عقل کا معنی و مفہوم

عقل کے کلمے کا اطلاق، مختلف معانی پر ہوا ہے۔ جوہری نے الصحاح میں عقل کا لغوی معنی "روکنا" اور "منع کرنا" اور "پناہ گاہ" بیان کیا ہے۔ [51] شمعون بن لاوی کے ایک سوال کے جواب میں پیغمبر اکرم ﷺ سے منسوب ایک روایت میں عقل کو جہل سے مانع قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ان العقل عقال من الجهل" [52] یعنی: "عقل، جہل سے مانع ہے۔" تاج العروس میں الزبیدی نے لکھا ہے کہ: "العقل، العلم، و علیه اقتصر کثیرون" یعنی: "عقل، علم ہے اور اکثر نے اسی تعریف پر اکتفاء کیا ہے۔" الزبیدی آگے چل کر لکھتا ہے: قال الراغب: العقل يقال للقوة المتهيئة لقبول العلم، ويقال للذى يستنبطه الإنسان بتلك القوة عقل. ولهذا قال على رضى الله تعالى عنه: العقل عقلان: مطبوع ومسموع، فلا ينفع مطبوع إذا لم يكن مسموعا، كما لا ينفع ضوء الشمس وضوء العين ممنوع. وإلى الأول أشار النبى صلى الله عليه وسلم: "ما خلق الله خلقا أكرم من العقل"، وإلى الثانى أشار بقوله: "ما كسب أحد شيئا أفضل من عقل يهديه إلى هدى أو يرده عن ردى". وهذا العقل هو

المعنى بقوله عزوجل: (وما يعقلها إلا العالمون) وكل موضع ذم الله الكفار بعدم العقل فإشارة إلى الثاني دون الأول، كقوله تعالى: (صم بكم عمی فهم لا يعقلون) ونحو ذلك من الآيات، وكل موضع رفع التكليف عن العبد لعدم العقل فإشارة إلى الأول۔ "[53]

یعنی: "راغب کا کہنا ہے کہ عقل، علم کے قبول کرنے کے لئے آمادہ طاقت کا نام ہے۔ اور اس قوت کی مدد سے انسان جو علم حاصل کرتا ہے اسے بھی عقل کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ میں نے عقل کو دو طرح کا پایا: ایک مطبوع اور دوسرا مسموع؛ پس جب تک مسموع نہ ہو تو مطبوع کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا؛ بالکل ویسے جیسے آنکھ میں نور نہ ہو تو سورج کی روشنی کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ اور عقل کے پہلے معنی (یعنی علم کے قبول کی قوت) کی طرف نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے: "اللہ تعالیٰ نے عقل سے زیادہ باکرامت کوئی مخلوق خلق نہیں فرمائی۔" اور عقل کے دوسرے معنی (یعنی علم) کی طرف آپ ﷺ نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے: "کسی شخص نے اُس عقل سے افضل کچھ نہیں کمایا جو عقل ہدایت کی طرف رہنمائی کرے اور اور اسے گمراہی سے بچائے۔" اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: وما يعقلها إلا العالمون میں عقل سے مراد، عقل کا یہی دوسرا معنی ہے۔ اور جن مقامات پر اللہ تعالیٰ نے کفار کی بے عقل ہونے پر مذمت فرمائی ہے جیسے صم بکم عمی فهم لا يعقلون جیسی آیات میں تو وہاں کافروں کے بے عقل ہونے سے مراد یہی دوسرا معنی مراد ہے؛ نہ کہ پہلا معنی (کیونکہ پہلے معنی میں تو کافر بھی صاحبان عقل ہیں) اور شریعت میں جہاں عقل نہ ہونے کی وجہ سے شرعی ذمہ داری اٹھائی گئی ہے تو وہ عقل سے مراد، اُس کا پہلا معنی ہے۔" اس آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص علم کے حصول کی قوت سے محروم ہو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے فرائض نہیں رکھے۔

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں، عقل کے دو عمدہ معانی سامنے آئے ہیں: 1) وہ نفسانی طاقت اور قوت جو اللہ تعالیٰ نے بطور کلی ہر انسان کو عطا کی ہے جس کے وسیلے سے وہ معانی کا تصور، قضایا کی ترکیب اور قیاسات انجام دیتا ہے۔ 2) بذات خود وہ ادراکات جو انسان اِس خداداد قوّت کے سہارے حاصل کرتا ہے۔ یاد رہے! ہمارے اِس مقالہ میں عقل اور عقلی اصول و ضوابط سے عقل کا دوسرا معنی، یعنی عقلی ادراک مراد ہے۔ کیونکہ عقل جب تک ایک نفسانی قوّت کی حیثیت میں باقی رہ جائے اور ادراکات و معانی اور احکام و قضایا کا ارمغان نہ لائے تو بے سود ہے اور یہ وہی مطلب ہے جس کی طرف امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے اُس فرمان میں اشارہ ہوا ہے جو الزبیدی سے اوپر کی عبارت میں نقل ہوا ہے۔

عقلی ادراک

محققین نے انسانی ادارک کے تین مراتب بیان کیے ہیں: حسی ادراک؛ خیالی ادراک اور عقلی ادراک۔ **حسی ادراک** اُن صورتوں کا نام ہے جو ذہن میں اُس وقت منعکس ہوتی ہیں جب انسان کے حواس پنجگانہ میں سے کوئی ایک (یا ایک سے زیادہ) حس حرکت میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر جب انسان آنکھیں کھولتا ہے اور ایک منظر اپنے سامنے دیکھتا ہے تو اس منظر سے اس کے ذہن میں ایک تصویر منعکس ہوتی ہے۔ واضح رہے حسّی ادراک اُس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک انسان کے حواس پنجگانہ میں سے کسی ایک حس کا محسوس شدہ چیز کے ساتھ رابطہ برقرار رہتا ہے۔

جب حسّی ادارک ختم ہو جاتا ہے تو یہ ادراک، انسان کے ذہن میں اپنا ایک خاص اثر چھوڑ جاتا ہے۔ اِس اثر کو "خیالی ادراک" یا خیالی صورت کا نام دیا جاتا ہے۔ حسّی اور خیالی صورت میں فرق یہ ہے کہ حسی صورت ہمیشہ ایک **خاص وضع** (آس پاس کی چیزوں سے ایک خاص سمت میں ہونا) ایک **خاص جہت** (آس پاس کی چیزوں کے ساتھ ایک خاص زاویہ پر ہونا، مثال کے طور پر دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے ہونا) اور ایک **خاص مکان** میں پائی جاتی ہے۔ لیکن خیالی ادراک کسی خاص وضع، سمت یا مکان کا محتاج نہیں ہوتا۔ اسی طرح خیالی ادراک، عالمِ خارج کی اشیاء کے ساتھ رابطے کا محتاج

نہیں ہے۔ خیالی ادراک جزئی ہوتا ہے، یعنی ایک سے زیادہ افراد پر لاگو نہیں ہو سکتا۔ لیکن انسان کی عقلی طاقت، خیالی ادراک کی مدد سے ایک ایسا معنی بناتی ہے جو ایک سے زیادہ افراد پر صادق آسکتا ہو۔ ایسے تصور کو "عقلی ادراک" کا نام دیا جاتا ہے۔ [54]

یاد رہے! اِس مقالہ میں عقل اور عقلی اصول و ضوابط سے مراد، عقلی ادارک ہے، حسی یا خیالی ادراکات مراد نہیں ہیں۔

عقل کی اقسام

اربابِ فن کے ہاں عقل اپنے رائج معنی یعنی "ادراکات و احکام" کے لحاظ سے دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے: ایک، نظری عقل اور دوسری، عملی عقل۔ اسی طرح بعض محققین نے عقل کی چند دیگر اقسام بھی بیان کی ہیں جن میں "مفتاحی عقل"، "مصباحی عقل" اور "آلی عقل" کی اقسام قابلِ ذکر ہیں۔ اِن اقسام کی توضیح و تشریح میں یہ نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ عقل بمعنی "القوۃ المتهيئة لقبول العلم" (علم و ادارک کے حصول کے لئے آمادہ قوّت) ایک بسیط حقیقت ہے جسے مختلف اقسام میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ بنابریں، اربابِ فن کے ہاں عقل کی مختلف اقسام، درحقیقت، عقل کے مدرَکات کی اقسام ہیں۔ چونکہ عقل کے مدرَکات کی مختلف اقسام ہیں، ان اقسام کے لحاظ سے عقل کو اس کے متعلقات کا نام دیتے ہوئے مختلف اقسام میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ بقول استاد محمد تقی مصباح: "فارابی، ملاہادی سبزواری، محقق اصفہانی اور مرحوم مظفر کی پیروی میں ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ نظری اور عملی عقل کا اختلاف، عقل کی مدرَکات کی نوعیت سے وابستہ ہے۔۔۔ لہٰذا ہمارے نفس میں کوئی دو الگ ادراکی قوّتیں نہیں پائی جاتیں، بلکہ نفس میں محض ایک ادراکی قوّت پائی جاتی ہے لیکن چونکہ ادراک کا متعلق مختلف ہے لہٰذا عقل کو متعلق کے لحاظ سے نظری اور عملی کی دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔" [55]

بنابریں، اگر عقل کے مدرَکات کا تعلق ہستی و نیستی یا دوسرے الفاظ میں What is کی کیٹیگری سے ہو تو اسے "نظری عقل" کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر عقل کے مدرَکات کا تعلق انسانی افعال یا دوسرے الفاظ میں What ought کی کیٹیگری سے ہو تو اسے "عملی عقل" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں عقل کے وہ ادراکات اور احکام جو یہ بتائیں کہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے، نظری عقل کہلاتے ہیں اور عقل کے وہ ادراکات اور احکام جو یہ بتائیں کہ انسان کو کیا انجام دینا چاہیے اور کیا انجام نہیں دینا چاہیے، عملی عقل کہلاتے ہیں۔ اسی طرح اگر عقل، علم و ادراک کے حصول کا منبع (Source) ہو اور وہ علم و ادراک تنہا عقلی تأملات کے ذریعے کشف ہوا ہو تو چونکہ وہاں عقل کی حیثیت اس علم و ادراک کے حصول کی چابی اور مفتاح کی ہوتی ہے، اسے مفتاحی عقل کا نام دے دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس، اگر کسی علم و ادارک کے حصول کا منبع عقل کا غیر ہو، مثال کے طور پر ایک علم تنہا وحی و رسالت کے ذریعے سے کشف ہوا ہو تو چونکہ اس علم کے حصول میں عقل کی حیثیت محض ایک چراغ کی ہوتی ہے اسے "مصباحی عقل" کا نام دے دیا جاتا ہے۔ اور اگر انسان عقل کی طاقت کے سہارے اپنے نفع کے حصول اور زیان سے بچنے اور اپنے امور کی تدبیر کے باب میں کسی ادارک تک پہنچے تو یہاں عقل کا نام "آلی عقل" رکھ دیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نظری عقل کا کام آفاقی اور انفسی آیات میں تفکّر اور تدبّر اور برہان و استدلال کے ذریعے خدا کے وجود اور صفات کو ثابت کرنا ہے۔ بعض محققین کے مطابق ہستی و نیستی کے ادارک کے ملازمات جیسے منعم و محسن کے شکر کی بجاآوری کے لزوم و وجوب کا فتویٰ دینا بھی نظری عقل کی شان و منزلت ہے۔ قرآن و سنّت میں عقلِ نظری کے ادارکات کی کئی مثالیں ڈھونڈی جا سکتی ہیں۔ منجملہ: فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ اٰيٰتُنَا مُبۡصِرَةً قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ‌ۚ○ وَجَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَيۡقَنَتۡهَاۤ اَنۡفُسُهُمۡ [56] یعنی: "جب ان کے پاس ہماری نشانیاں پہنچیں جنہوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں تو کہنے لگے کہ یہ آشکار جادو ہے۔ اور انہوں نے ان نشانیوں کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے نفس ان نشانیوں کا یقین پا چکے تھے۔" جس یقینی ادراک کی طرف "

وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ "میں اشارہ کیا گیا ہے یہ عقل نظری کا مصداق ہے۔ البتہ نظری عقل کی دریافتیں انگشت شمار ہیں۔ نظری عقل کا بنیادی ترین ادراک یہ ہے کہ "یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی چیز مثال کے طور پر پتھر بھی ہو اور پتھر نہ بھی ہو۔" اسی طرح "یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی چیز مثال کے طور پر نہ پتھر ہو اور نہ پتھر کے علاوہ کوئی اور چیز ہو۔" اربابِ فن کی اصطلاح میں نظری عقل کے اِس بنیادی ترین ادراک کو "اصلِ تناقض" کا نام دیا جاتا ہے۔ عقل نظری کا یہ ادراک، اُس کا "اوّلی حکم" قرار دیا گیا ہے جو دلیل سے غنی اور عقل کا وہ سرمایہ ہے جس کی بنیاد پر عقل کئی "بدیہی احکام" صادر کرتی ہے۔ مثال کے طور پر:

1. دو ضد کا اجتماع محال ہے۔
2. دو مثل کا اجتماع محال ہے۔
3. ایک چیز کی خود اپنے آپ سے نفی محال ہے۔

یاد رہے! نظری عقل اِن اوّلی اور بدیہی احکام کو سرمایہ بنا کر ان کے ملازمات کو ایسے کلی عقلی احکام و ضوابط کی شکل و صورت میں پیش کرتی ہے جن کی پابندی، قرآن فہمی کا پانچواں اساسی اصول ہے۔

جہاں تک عملی عقل کا تعلق ہے تو جیسا کہ اوپر اشارہ ہوا ہے، اہلِ فن کے ہاں اِس کا کام حُسن اور قبیح کا ادراک ہے۔ بعض روایات میں بھی عقل کے اس معنی کی طرف اشارات ملتے ہیں۔ جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ: "جب انسان بلوغ کو پہنچتا ہے تو اس کے قلب میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جس کے بعد وہ واجب اور مستحب اور نیکی اور برائی کو پہچاننے لگتا ہے۔ یقینا دل میں عقل کی مثال گھر کے درمیان میں چراغ کی مثال ہے۔"[57] حضرت علی علیہ السلام سے منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا: بعض روایات میں عملی عقل کی طرف ان الفاظ میں اشارہ ہوا ہے: "العقل ما عبد به الرحمن و اکتسب به الجنان"[58] اسی طرح ایک اور روایت میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہوا ہے: "أَعْقَلُ النَّاسِ مُحْسِنٌ خَائِفٌ وَأَجْهَلُهُمْ مُسِيءٌ آمِنٌ"[59] یعنی: "لوگوں میں سے عقل مند ترین شخص وہ ہے جو نیکوکار اور دل میں خوفِ خدا رکھنے والا ہو اور ان میں سے جاہل ترین شخص وہ ہے جو گناہکار اور عذاب الٰہی سے بے خوف ہو۔" ان روایات میں عقل کی اصطلاح کے ذریعے عقل کی جس قسم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ وہی عملی عقل ہے جس کا کام انسانی افعال کے حسن و قبح کا ادراک ہے۔ ہمارے نزدیک، انسانی افعال کا حسن و قبح، ذاتی اور عقلی ہے، نہ کہ شرعی اور اعتباری۔[60] نیز یہ کہ عملی عقل کی اوّلی، بنیادی اور جاودانی حکم: "عدل حسن ہے اور ظلم قبیح ہے۔" عملی عقل اپنے اس بنیادی ترین حکم کی بنیاد پر تمام اخلاقی احکام و قضایا تک رسائی پاتی ہے۔

یاد رہے! عقل عملی کے اصول و ضوابط کی پابندی بھی قرآن فہمی کا اساسی اصول ہے۔

جہاں تک عقل کے وسیلہ یا آلہ ہونے کا تعلق ہے تو یقینا عقل میں یہ صلاحیت بھی پائی جاتی ہے جس کی طرف حضرت امام علی علیہ السلام سے منقول اس فرمان میں اشارہ ہوا ہے: "لوگوں میں سب زیادہ عقل مند وہ ہے جو اپنے معاش کی تنظیم اور تدبیر میں سب سے بہتر ہو۔"[61] تاہم یاد رہے! ہم آلی عقل کے ادراکات اور اصول و ضوابط کو قرآن فہمی کا اصول نہیں سمجھتے اور ہمارے خیال میں آلی عقل کا کام، انسان کو سود و زیاں کا احساس دلانا اور سود کے حصول کا چارہ کار ڈھونڈنا اور زیان سے بچنے کی تدابیر بتانا ہے۔ لیکن یہ تشخیص دینا کہ انسان کا حقیقی سود کیا ہے اور زیان کیا ہے، آلی عقل کی رسائی سے باہر ہے، بلکہ اس معاملہ میں قرآن آلی عقل کا رہبر و رہنما ہے اور آلی عقل کو قرآن کے ہدایت و ارشاد کی روشنی میں اپنے قاری کے سود و زیان کی فکر و تدبیر کرنی چاہیے۔

جہاں تک اِس سوال کا تعلق ہے کہ آیا جس عقل کے اصول و ضوابط کی پابندی قرآن فہمی کا اساسی اصول ہے، اُس سے محض فلسفی یا تجریدی عقل مراد ہے یا اِس میں سائنسی اور بشری علوم کے مسلمہ حقائق بھی شامل ہیں؟ تو اِس سوال کے جواب میں استاد جوادی آملی کے بیانات سے رہنمائی لیتے ہوئے ہمارا مؤقف بھی یہی ہے کہ تمام برہانی حقائق اُن عقلی اصول و ضوابط میں شامل ہیں جن کی پیروی قرآن فہمی کا اساسی اصول ہے۔ جوادی آملی کے مطابق: "اگرچہ مروّجہ اصطلاحات میں فزکس، کیمیا اور بیالوجی جیسے مختلف سائنسی اور انسانی علوم کے شعبوں کو "علم" کا نام دیتے ہوئے انہیں مطلق فلسفہ اور نظری عرفان سے الگ علوم قلمداد کیا جاتا ہے لیکن موجودہ مسئلہ پر جس زاویہ سے یہاں نظر ڈالی جارہی ہے اس کے لحاظ سے معرفت کے مختلف شعبے جو کہ عقل کی چار اقسام (سائنسی، نیمہ سائنسی، تجریدی اور خالص) کو بروئے کار لانے کا نتیجہ ہیں، اگر یقین آور ہوں یا حتیٰ کہ اطمینان آور ہوں تو یہ سب علم شمار ہوتے ہیں اور نقل کے ساتھ ساتھ یہ بھی دین شناسی میں ایک خاص اہمیّت کے حامل ہیں۔" [62]

مذکورہ بالا مباحث کی روشنی میں اِس سوال کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ عقل جس کے احکام اور ضابطے، قرآن فہمی کا اساسی اصول ہیں، آیا اُس سے مراد ہر فرد کی شخصی عقل اور فردی محاسبات ہیں یا اِس سے انسان کی اجتماعی عقل مراد ہے؟ یقیناً اس سوال کا جواب یہی ہے کہ جس طرح حاضر بحث میں انسانی عقل سے مراد، نہ انسان کے حسی ادراکات ہیں، نہ خیالی ادراکات اور ذہنی تصویریں مراد ہیں، نہ اِس سے مراد ذہنی تصویروں پر انسان کی قوّتِ وہم کی مشق آزمائی ہے؛ اسی طرح اس سے مراد ہر فرد کی شخصی عقل اور فردی محاسبات بھی مراد نہیں ہیں۔ یہاں عقل کی مثال باقی شعبہ ہائے زندگی کی ہے۔ مثال کے طور پر جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں حقیقت، ایک ریاضی حقیقت ہے، یا مرض اور اس کی دوا، میڈیکل سائنس کی مسلمہ حقیقت اور حکم ہے تو اِس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ریاضی کے چند مسائل سے آشنا ہر شخص کی ہر بات سند اور میڈیکل سائنسز کی مبادیات سے آشنا ہر عطائی اور غیر عطائی ڈاکٹر کی بات معتبر ہے۔ نہیں مراد یہ ہے کہ ان علوم کے مسلمات، حجّت ہیں اور شرعی امور میں بھی اُن مسلمّات کی پیروی ضروری ہے۔ جس طرح انجنیئرنگ کے مسلمّات ایک بلڈنگ کی تعمیر کی اجازت نہ دے رہے ہوں تو وہ بلڈنگ بنانا گناہ ہے اور میڈیکل سائنسز کے مسلّمات کی روشنی میں اگر ایک غذا ضرررساں ہو تو اُس کا کھانا گناہ ہے، اِسی طرح اگر منطقی، فلسفی، کلامی، اصولی اور فقہی مسلّمات قرآن کے کسی فہم سے مطابقت نہ رکھتے ہوں تو اُس فہم سے دستبرداری ضروری ہے۔ ہاں! اگر معاملہ کسی ایک شخص کی فردی رائے کا ہو تو وہاں دوسروں کے لئے اس کی رائے کی پیروی میں قرآن فہمی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ باقی رہا اُس فرد کا ذاتی معاملہ تو یقیناً اُس کے لئے پہلے مرحلہ میں متشرع عقلاء و مفسّرین کی عقل کے ادراکات میں مکمل فحص اور حقیقت کی تلاش ضروری ہے۔ اگر اس علمی کاوش میں اس کا موقف وہی بنے جو اہلِ فنون کا موقف ہے تو مسلّمات کی پیروی کرے۔ اور اگر اُس کی رائے مختلف ہو اور وہ اپنی علمی کاوش میں صادق ہو تو یقیناً اُس کی رائے خود اُس کے لئے حجّت ہے جس کی پیروی اُس کا فریضہ ہے چاہے وہ اس میں خطاکار ہی کیوں نہ ہو۔ "للمصیب اجران وللمخطئی اجرواحد۔"

نتائج

مذکورہ بالا بحث میں ہم نے تفصیلی استدلال و برہان کے ذریعے درج ذیل نتائج اخذ کیے ہیں:

1. قرآن کریم کی 7 قسم کی کم از کم 20 آیات کی روشنی میں انسان کی عقل، انسان کے لئے حجّت ہے اور انسان پر عقل کے احکام کی پیروی لازم ہے۔
2. معصومین علیہم السلام کی کم از کم 12 روایات کی روشنی میں انسان کی عقل، انسان کے لئے حجّت اور عقل کے احکام کی پیروی انسان پر لازم ہے۔
3. مطالعۂ قرآن کے دوران، عقل کے احکام کی پیروی، قرآن فہمی کا اساسی اصول ہے۔

4. مذکورہ بالا شقّ میں عقل سے عقل کے تخلیقی اور کسبی تمام احکام مراد ہیں۔ عقل کے تخلیقی احکام سے مراد ایسے احکام جن کی خالق خود عقل ہے۔اور عقل کے کسبی احکام سے مراد وہ احکام ہیں جنہیں عقل قرآن کریم کی پرورش کی سائے میں کسب کرتی ہے۔

5. مطالعۂ قرآن کے دوران، عقل کے احکام کی پیروی کے لازمی ہونے میں عقل سے اُس کی مروّجہ تقسیمات میں عقل کے تمام مفتاحی اور مصباحی مسلّمہ احکام مراد ہیں۔اسی طرح نظری عقل اور عملی عقل کے تمام مسلّمہ احکام بھی مراد ہیں۔ نیز تمام سائنسی اور انسانی علوم کے برہانی اور یقین واطمینان آور احکام اور حقائق بھی اُن عقلی احکام میں شامل ہیں جن کی پیروی قرآن فہمی کا اساسی اصول ہے۔

استدراک

ممکن ہے بعض قارئین مطالعۂ قرآن کے پانچویں اساسی اصول کو مجلّہ نور معرفت کے مسلسل شمارہ نمبر 23-22 میں بیان شدہ مطالعۂ قرآن کے تیسرے اساسی اصول کے ساتھ متصادم قرار دیں۔ کیونکہ ہم نے مطالعۂ قرآن کا تیسرا اساسی اصول یہ بیان کیا تھا کہ : "قرآن کریم اپنے مطالب کے بیان میں ریاضیات، نجوم، فلسفہ، نفسیات، عمرانیات، طبیعیات، غرض کہ اکثر دنیاوی علوم سے مدد لینے سے بے نیاز ہے۔ قرآن بشری علوم کا قائد، رہنما اور مرشد ہے، نہ کہ پیروکار۔"

ہم یہاں یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مطالعۂ قرآن کے پانچویں اساسی اصول کا مدعیٰ یہ نہیں ہے کہ قرآن ایک صامت متن ہے جس کی تشریح محض بشری علوم کی روشنی میں ممکن ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ بقول استاد جوادی آملی: "اللہ تعالی نے تمام اسلامی اصولوں کی بابت قرآن کی جامعیت کو "تبیان" قرار دیا ہے۔ پس اس کتاب میں کوئی کمی نہیں پائی جاتی کہ باہر سے اُس کمی کا جبران کیا جائے؛ قرآن میں نہ قانون اور انسانی اصولوں کی کمی ہے، نہ شناخت اور اسلامی معارف کی کمی ہے اور نہ ہی ان مطالب کے بیان کی کمی ہے۔ یعنی قرآن اپنے مضامین و مطالب کے لحاظ سے بھی بیگانوں کے مطالب سے بے نیاز ہے اور ان مطالب کی تعلیم اور تفہیم میں بھی ایسا رسا بیان رکھتا ہے کہ دوسروں کی ترجمانی اور بیگانوں کے قلم سے بے نیاز ہے؛ کیونکہ ہر شئے کے لیے "تبیان" ہونے کا معنی یہی ہے۔"[63] پس قرآن فہمی میں عقلی اصول وضوابط کی پیروی کے لزوم کا نتیجہ قرآن کی احتیاج نہیں ہے۔ کیونکہ :

1. سب سے پہلے تو ہم اِسی مقالے میں ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن، عقل پرور ہے۔ جو عقل پرور ہو، وہ عقل کا محتاج نہیں ہوتا؛ جیسا کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ عقل کا متضاد ہو۔

2. قرآن کی بہت سی تعلیمات ایسی ہیں جن کا تعلق عالمِ طبیعت کے ماوراء سے ہے۔ لہٰذا ان تعلیمات تک رسائی میں قرآن کے قاری کا ریاضیات، نجوم، نفسیات، عمرانیات اور طبیعیات کی تعلیمات سے لیس ہونا بالکل ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ بشری علوم کا موضوع کچھ اور ہے اور قرآن کا موضوع کچھ اور ہے۔ بشری علوم ہمیں عالم طبیعت پر حکمرانی عطا کرتے ہیں۔ طبیعی علوم مثال کے طور پر ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ ہم کیسے زمین سے بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ غلہ حاصل کرسکے ہیں، سمندروں کے بیکراں پانیوں پر کیسے اپنا راج قائم کر سکتے ہیں اور فضاؤں، خلاؤں کو حیلوں، حربوں سے اپنے پروں تلے روند سکتے ہیں۔ لیکن قرآن کا فہم ہمیں یہ بتاتا ہے کہ تسخیر کائنات کے بعد ہمیں کیا کرنا ہے؟ مثال کے طور پر اپنے اُگائے ہوئے غلہ کو کیسے استعمال کرنا ہے؟ آیا اس پر کوئی زکات ادا کرنی ہے کہ جس سے چند فقیروں کا بھی گذر بسر ہوسکے یا اپنی بھوک مٹا لینے کے بعد اضافی غلہ دریاؤں اور سمندروں میں پھینک دینا ہے؟

3. جہاں تک سائنسی اور انسانی علوم کے برہانی اور یقین یا اطمینان آور احکام کا تعلق ہے تو یقیناً ان کی پیروی قرآن فہمی کا اساسی اصول ہے؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن ان علوم کا محتاج ہے۔ کیونکہ قرآن نے بعض سائنسی اور انسانی تعلیمات ایک ایسے عصر میں بیان کیں جب ان علوم میں سے بعض نے ابھی جنم بھی نہیں لیا تھا اور جو جنم لے چکے تھے، ابھی بیسا کھیوں کے بل چل رہے تھے۔ پس قرآن بشری علوم کا قائد، رہنما اور مرشد ہے، نہ کہ پیروکار۔ ہاں ! قرآن بشری علوم کے دائرہ کار میں ان علوم کے برہانی اور یقینی احکام کے ساتھ ہماہنگ ہے، برسرِ پیکار نہیں ہے۔ اِن علوم کے احاطہ میں عقل کی سرچشمہ کی روشنی میں دریافت شدہ حقائق، بعض قرآنی آیات کی تفسیر میں معاون ومددگار ہیں۔
4. مطالعۂ قرآن کے پانچویں اساسی اصول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم سر سید احمد خان کی مانند مابعد الطبیعی حقائق کی طبیعی تاویلات پیش کرنا شروع کر دیں یا ڈاکٹر عبد الکریم سروش کی مانند سائنسی اور بشری علوم کے قبض و بسط کی بنیاد پر شریعت کے قبض و بسط کے قائل ہو جائیں۔ بنابریں، مطالعۂ قرآن کا پانچواں اساسی اصول نہ ہمیں سر سید احمد خان کی طرح میٹیریالزم کی دہلیز پر لا کھڑا کرتا ہے اور نہ ہی ڈاکٹر سروش کی مانند نسبیّت گرائی Relativism یا پلورالزم کا معتقد بناتا ہے۔
5. قرآن کریم کا بشری علوم کا محتاج نہ ہونا ایک امر ہے اور قرآن کریم سے استفادہ کے لیے قاری کا بعض علوم کے مسلّمات اور مہارتوں سے آشنائی کا محتاج ہونا ایک الگ امر ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کا قاری جس قدر ریاضیات، طبیعیات، نجوم، عمرانیات، تاریخ، خلاصہ یہ کہ بشری علوم اور مہارتوں سے بہتر آشنا ہوگا، اُسی قدر قرآن کریم سے بہتر رہنمائی حاصل کر پائے گا۔ کیونکہ قرآن کریم کے دوسرے علوم سے بے نیاز ہونے کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ : "انسان، قرآن کے ساتھ جاہلانہ انداز سے پیش آئے اور اُس نے جو علوم اور معارف سیکھے ہیں، انہیں نظر انداز کر دے اور ایک ان پڑھ، جاہل مطلق کی حیثیت سے اِس عظیم الٰہی کتاب کے حضور حاضر ہو؛ کیونکہ (قرآن پر دیگر علوم کے) مطالب ٹھونسنے اور (قرآن سے دیگر علوم کی روشنی میں) مطالب حاصل کرنے میں فرق ہے۔ حق بات یہ ہے کہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ انسانی معلومات کو وحی الٰہی پر ٹھونسے اور قرآن کو اپنی ہوا و ہوس کے تابع بنائے اور قرآن کی تفسیر اپنی مخصوص رائے کے مطابق کرے؛ لیکن علوم کو حاصل کرنا، دل کی ظرفیت کو بڑھا دیتا ہے اور اُسے قرآنی معارف پر توجہ دینے کے قابل بناتا ہے اور شرح صدر کا سبب بنتا ہے؛ "ان ھذہ القلوب اوعیۃ فخیرھا اوعاھا"[64] (یہ دل ظرف ہیں، پس ان میں سے سب سے بہتر ظرف وہ ہے جو سب سے زیادہ بھرا ہوا ہو۔ (65) "

خلاصہ یہ کہ انسانی عقل و شعور کو چھٹی دے کر قرآن کے سامنے ایک جاہل مطلق کی حیثیت سے بیٹھنا کسی صورت جائز نہیں ہے۔ یہاں افراط و تفریط، دونوں سے بچنا ضروری ہے۔ یہ درست ہے کہ دوسروں کے قلم وبیان کو قرآن پر نہیں ٹھونسا جا سکتا، لیکن انسان کی فکری میراث، اُس کے قرآن کریم سے مفاہیم کو اخذ کرنے کی ظرفیت کو بڑھا دیتی ہے۔ سائنسی اور بشری علوم کے سائے میں مذکورہ معنی میں دینی معرفت میں تحول اور تبدیلی کا دعویٰ درست اور قابل قبول ہے۔ لیکن یہ دعویٰ کہ بشری علوم کا ہر جدید انکشاف، قرآنی آیات سے فہم میں تبدیلی کا پیش خیمہ بن جاتا ہے، قابلِ قبول نہیں ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ الانسان، 76: 1-2

2۔ الاسراء، 17:84

3۔ الشیخ المفید، ص245

4۔ الفرقان: 73

5۔ الکلینی، 8:178

6۔ طباطبائی، 15:244

7۔ یونس، 10: 42

8 ۔ وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِى يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ. البقرہ، 2: 171

9 ۔ المائدہ، 5: 103

10 ۔ یونس، 10: 100

11۔ الانفال، 8:20-22

12 ۔ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا. البقرہ، 2: 44

13۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۔۔۔ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ. ایضاً، 2: 164

14۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ. النحل، 16: 12

15۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ۔ آل عمران، 3 / 118؛ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ. الشعراء، 26:28

16۔ غافر، 40: 54

17۔ آل عمران، 3: 190

18۔ یوسف، 12: 111

19 ۔ الفجر، 89: 5

20 ۔ آل عمران، 3: 65

21 ۔ یونس، 10: 16

22 ۔ ایضاً، 10: 62

23۔ الشیخ الصدوق، من لایحضرہ الفقیہ، 4:369

24۔ ایضاً؛ 1:25-26

25۔ ایضاً؛ 8:20

26 ۔ النیسابوری، 2:30

27۔ نہج البلاغہ، 1:24

28 ۔ محمد الریشہری، ص53

29 ۔ الشیخ الصدوق، الامالی، ص312

30۔ الکلینی، 1:10

31 ۔ایضاً، 16:1

32۔ایضاً،29:1

33۔ایضاً،23:1

34 ۔المجلسی، 105:1

35 ۔التفکیر فریضۃ اسلامیۃ، عباس محمود العقاد: صفحہ 1؛ بنقل از: رفیق منزل، قرآن مجید میں عقل کی نشو ونما کا انتظام، آخری مشاہدہ، 21-06-2019، ویب سائیٹ: https://rafeeqemanzil.

36 ۔فراہی، حجج القرآن ص198 وص288؛بنقل از: ایضاً

37۔البقرہ،2:73و 242؛ الانعام،6: 151؛ غافر،40: 67؛الحدید،57:17؛النور،24:61؛الزخرف،43:3؛یوسف،12:2

38 ۔ایضاً،12:2

39۔ البقرہ،2:73

40۔ الحدید، 17

41۔یوسف،12:2

42۔الزخرف،3

43 ۔البقرہ،2: 219و 266

44۔ ص،38: 29

45۔غافر،40: 54

46۔ آل عمران،3: 190

47۔ یوسف،12:111

48 ۔الواقعہ،56: 77-79

49 ۔المجلسی،46:278

50 ۔جودای آملی، منزلت عقل در ہندسہ معرفت دینی، ص 36

51 ۔الجوہری،5:1769

52۔الحرانی، ص15

53 ۔الزبیدی، 15: 504

54 ۔دیکھیں: طباطبائی1، مقالہ 3، فٹ نوٹ1

55 ۔مصباح یزدی، ص98

56 ۔النمل،27: 13-14

57 ۔الشیخ الصدوق، علل الشرائع، ص98؛ مجلسی، بحارالانوار، ج1، ص99

58 ۔الکلینی،1:10

59۔الاحسائی، 1:292

60۔دیکھیں: محمد حسنین؛ پی۔ایچ۔ڈی۔ رسالہ باعنوان "رابطہ دینداری واخلاق" نتیجہ مباحث باب دوم۔جون 2007؛ دانشکدہ الہیات، تہران یونیورسٹی

61 ۔آمدی، عبدالواحد، حدیث 3340

62 ۔آملی، جوادی، منزلت عقل در ہندسہ معرفت دینی، ص:28-27

63 ۔آملی جوادی، سرچشمۂ اندیشہ، 1: 15

64 ۔ نہج البلاغہ، حکمت 147

65 ۔آملی، جوادی، سرچشمۂ اندیشہ، 1:29

کتابیات

1. قرآن مجید
2. نہج البلاغہ
3. الاحسائی؛ابن ابی جمہور ؛ عوالی اللئالی، تحقیق السید مرعشی النجفی، 1983ء
4. آمدی، عبدالواحد، غرر الحکم ؛ مرکز النشر التابع لمکتب الاعلام الاسلامی ؛ قم۔1366ء
5. جوادی آملی، عبداللہ، سرچشمۂ اندیشہ، مرکز نشر اسراء، قم۔1386 ش
6. ۔۔۔، منزلت عقل در ہندسہ معرفت دینی؛ نشر اسراء؛ قم۔1386 ش
7. الجوہری، الصحاح، چاپ چہارم، دار العلم للملایین؛ بیروت، لبنان۔1987ء
8. الحرانی، ابن شعبہ، تحف العقول؛ تصحیح و تعلیق علی اکبر الغفاری؛ موسسۃ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین بقم المشرفہ۔1404 ق
9. الزبیدی، سید مرتضی، تاج العروس، تحقیق: علی شیری؛ دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت۔1994ء
10. الشیخ الصدوق، محمد بن علی، الامالی، مرکز الطباعۃ والنشر فی موسسۃ البعثۃ؛ قم۔1417 ق
11. ۔۔۔، علل الشرائع؛ منشورات المکتبۃ الحیدریہ و مطبعتھا؛ النجف الاشرف؛1966ء
12. ۔۔۔، من لایحضرہ الفقیہ، الطبعۃ الثانیہ؛ تصحیح علی اکبر الغفاری، منشورات جماعۃ المدرسین فی الحوزۃ العلمیۃ فی قم؛ بے تاریخ
13. الشیخ الکلینی، محمد بن یعقوب، الکافی؛ تصحیح علی اکبر الغفاری، دار الکتب الاسلامیہ، تہران۔1363 ش
14. الشیخ المفید، الاختصاص، تحقیق علی اکبر الغفاری، دار المفید للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان۔1993ء
15. طباطبائی۔ محمد حسین، تفسیر المیزان، منشورات جماعۃ المدرسین فی الحوزۃ العلمیّۃ، قم؛ بے تاریخ
16. ۔۔۔، اصول فلسفہ و روش ریالزم، انتشارات صدرا، قم۔1393 ش
17. المجلسی، محمد باقر، بحار الانوار الجامعۃ لدُرر اخبار الائمۃ الاطہار، موسسۃ الوفاء، بیروت، لبنان۔1983ء
18. محمد الریشہری؛ العقل والجہل فی الکتاب والسنۃ، دار الحدیث للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان۔2000ء
19. محمد حسنین؛ رابطہ دینداری واخلاق؛ دانشکدہ الہیات، تہران یونی ورسٹی۔2007ء
20. النیسابوری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم؛ دار الفکر، بیروت، لبنان؛ بے تاریخ
21. مصباح یزدی، محمد تقی، فلسفہ اخلاق، تحقیق و نگارش احمد حسین شریفی، چاپ اوّل؛ چاپ و نشر بین الملل؛ تہران؛ 1381 ش
22. رفیق منزل، قرآن مجید میں عقل کی نشو و نما کا انتظام، آخری مشاہدہ، .21-06-2019، ویب سائیٹ:

https://rafeeqemanzil